شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ

ترجمہ:۔ مولانا حافظ سیف الرحمن الفلاح

صرف اللہ کی طرف رغبت کرنا جائز ہے

(قسط ۴)

جواب ۲۷:۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ جب تم پر کوئی مصیبت نازل ہو یا کوئی ایسا معاملہ ہو جس سے تم خوف زدہ ہو تو مجھے پکارو، خواہ میں بقید حیات ہوں یا ملک عدم میں جا چکا ہوں۔ اس سے تم مصائب کے پنجہ سے رہائی حاصل کر لوگے۔ اور تمہارا خوف و ہراس کافور ہو جائے گا۔

یہ کلام اور اس جیسی دیگر باتیں یا تو نقل کرنے والے کا کذب و افترا ہے یا بیان کرنے والے کی خطا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ اس کی صداقت پر کبھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس کا بیان کنندہ غیر معصوم ہے اور جو شخص ایسے شخص کی بات سے روگردانی کرتا ہے جو معصوم ہے اور جس کی بات کی اللہ کی طرف سے تصدیق ہو چکی ہے اور ایسے شخص کی بات کی اتباع کرتا ہے، جس کی اللہ کی طرف سے کوئی تصدیق نہیں ہوتی اور جس کا بیان کرنے والا معصوم عن الخطا نہیں تو ایسے شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا؟ یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے احکام کا حکم ہرگز نہیں دیا۔ اور نہ اس کے رسولوں نے ایسا کوئی حکم جاری کیا۔ یہ سب کچھ ان کا خود ساختہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا۔

فاذا فرغت فانصب
والی ربك فارغب
(الانشراح)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جب آپ کو (دنیا کے کاموں سے یا وعظ، نصیحت سے) فراغت ہو تو عبادت میں، محنت کیجیے اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کیجیے (یعنی اپنی حاجات کے معاملہ میں اللہ پر بھروسہ کیجئے۔)

یہ امر قابل غور و فکر ہے کہ یہاں پر فرشتوں اور انبیاء کی طرف رغبت کرنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ اپنی ذات اقدس کی طرف رغبت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

نیز اللہ عزوجل نے فرمایا۔

قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا۔ اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ ان عذاب ربک کان محذورا (بنی اسرائیل ع)

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرک لوگوں کو) کہہ دیجئے ان لوگوں کو (اپنی مدد کے لیے) پکارو تو سہی جن کو تم نے اللہ کے سوا (اپنا حاجت روا اور مشکل کشا تصور کیا ہوا ہے) یہ تمہاری تکلیف رفع کرنے کا قطعاً اختیار نہیں رکھتے (تکلیف ہٹانا تو کجا) یہ تو تکلیف میں معمولی سی کمی بھی نہیں کر سکتے۔ درحقیقت یہ مشرک لوگ غلط فہمی میں ہیں حقیقت یہ ہے کہ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کی بارگاہ وسیلہ کے متلاشی ہیں۔ وہ تلاش کرتے ہیں کہ کونسا وسیلہ قرب الٰہی کا زیادہ باعث ہے۔ وہ ہر وقت اللہ کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ تیرے پروردگار کا عذاب ایک ایسا عذاب کہ جس سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے۔

سلف کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ مذکورہ بالا آیات ان مشرکوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں جو حضرت عزیرؑ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اور فرشتوں کو اپنی حاجت روائی اور دستگیری کے لیے پکارتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی میں ایک دفعہ بھی غیر اللہ کو امداد کے لیے نہیں پکارا۔ بلکہ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو تعلیم دی کہ جب تم پر کوئی مصیبت نازل ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ چنانچہ اپنے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو وصیت فرمائی۔

احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک تعرف الی اللہ فی الرخاء یعرفک فی الشدۃ واذا سألت فاسأل

تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو۔ اللہ عزوجل تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ کے ذکر کو لازم پکڑو آرام اور خوشی کے موقع پر اللہ کو نہ بھولو۔ تکلیف اور مصیبت کے موقعہ پر وہ تمہیں نہیں بھلائے گا۔ جب سوال کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اللہ کی بارگاہ

اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ ۱؎ | میں کرو۔ جب امداد اور اعانت کے محتاج ہو تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں امداد اور اعانت کا سوال کرو۔

اور عوام میں جو یہ حدیث مشہور ہے

واذا سألتم اللہ فاسئلوہ بجاھی فان جاھی عند اللہ عظیم | یعنی تم اللہ سے سوال کرنا چاہو تو میرے جاہ کا واسطہ دے کر سوال کرو کیونکہ میرا مرتبہ اور جاہ اللہ کے ہاں بہت بڑا ہے۔

تو یہ حدیث بالکل جھوٹی اور موضوع ہے کہ کسی صاحب نے اسے روایت نہیں کیا اور نہ اہل اسلام کی قابل اعتماد مستند کتب میں مذکور ہے۔ اگر میت کی کچھ فضیلت ہوتی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی فضیلت کے مستحق تھے۔ پھر آپ کے صحابہ کرام اس کا استحقاق رکھتے ۔ اگر مردہ کے ذریعے کسی انسان کو نفع پہنچتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور فائدہ اٹھاتے لیکن کسی صحابی نے ایسا نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کام سراسر گمراہی کا موجب ہے۔ اگر کسی شیخ نے یہ بات کہی ہے تو اس کی خطا اور غلطی ہے۔ اگر وہ مجتہد خطا کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس خطا کو معاف فرمائے۔ کیونکہ وہ اللہ عزوجل کی جانب سے رسول یا نبی ہو کر نہیں آیا۔ جس کے قول وفعل کی مطابعت اور پیروی لازمی ہے۔ وہ جو حکم دیتا ہے اور جس کام سے منع کرتا ہے اس میں وہ معصوم عن الخطا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر (النساء ع) | اگر کسی دینی عمل میں تمہارا (مسلمانوں کا) آپس میں تنازع ہو جائے تو اس تنازع کو ختم کرنے کے لیے، اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دو۔ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف توجہ کرنا اور انکو پکارنا شرک ہے

قائل کی یہ بات کہ جو شخص آیۃ الکرسی پڑھتا ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور سات قدم چلتا ہے ہر قدم ہر ایک سلام پڑھتا ہے اور ان کی قبر کی طرف چلتا ہے۔ تو اس کی حاجت

۱؎ تعریف الی الرخاء یعرفک فی الشدۃ کے ماسوا مشکوۃ جلد دوم ص۴۵۳ بحوالہ احمد، ترمذی)

پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے اگر وہ سماع میں مصروف ہوتا ہے تو اسے فرحت و انبساط محسوس ہوتی ہے اور اسے وجد و سرور آتا ہے۔

یہ قربت کا معاملہ ہے۔ یہ اللہ رب العلمین کے ساتھ شرک ہے۔ یہ یقینی امر ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ایسی کوئی بات ہرگز نہیں کہی اور نہ ایسا کرنے کا حکم ہے۔ جو شخص ایسی من گھڑت باتیں ان کی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے تو ایسا شخص جھوٹا ہے۔ اس نے کذب و دروغ سے کام لیا۔ ایسی باتیں وہ لوگ ایجاد کرتے ہیں۔ جو بدعت و شرک میں غلو سے کام لیتے ہیں یہ لوگ نصاریٰ کی مشابہت کرتے ہیں

چنانچہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاتجلسوا علی القبور ولا	تم قبروں پر مت بیٹھو۔ نیز ان کی طرف منہ کر کے
تصلوا الیہا	نماز مت پڑھو۔

یہاں یہ امر قابل غور و فکر ہے کہ جب نماز میں جو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر پڑھتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی طرف رُخ کرنا جائز نہیں تو غیر اللہ سے دعائیں کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ یہ کام اس طرح کا ہے جیسے نصاریٰ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم اور ان کے علماء اور درویشوں کے متعلق کرتے ہیں۔ وہ ان کو رب اور معبود کا درجہ دیتے ہیں۔ اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کی غرض سے ان کی دستگیری اور اعانت کا سوال کرتے ہیں اور ان کے ذریعے مانگتے ہیں

صوفیائے کرام کے کچھ اقوال اور اعمال اللہ کو پسند ہیں اور کچھ غیر پسندیدہ ہیں۔

سوال ۳:۔ قائل کی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ تین مقامات پر فقراء کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔

(۱) کھانے کے وقت۔ کیونکہ اس وقت ان میں جذبہ ایثار پوری طرح نظر آتا ہے۔

(۲) علمی مذاکرہ کے وقت۔ کیونکہ اس سے ان کی غرض و غایت دنیا کا مال و جاہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ کی رضا جوئی کی خاطر نصیحت کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۳) سماع کے وقت کیونکہ اس سے ان کا مقصد نفس امارہ کی خوشنودی نہیں ہوتی بلکہ صرف اللہ کی رضا کے لیے سنتے ہیں۔

یا اس مفہوم کو دیگر الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔

جواب ۳:۔ اس معاملہ میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص ایسا عمل کرتا ہے۔ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب اور مرغوب ہوتا ہے اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے اور

اس کے حکم کی تعمیل میں ایسا کرتا ہے تو ایسے شخص سے اللہ محبت کا رشتہ استوار کرتا ہے اور اسے نظرِ رحمت سے دیکھتا ہے۔ عمل صالح کے لیے دو شرائط ہیں۔

نمبر ۱:۔ یہ عمل خالص اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر کیا جائے۔

نمبر ۲:۔ شریعت کے مطابق درست ہو۔

خالص عمل وہ ہو گا جس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو اور صواب اور درست وہ ہو گا جو اللہ کے حکم سے کیا جائے اور شریعت کے مطابق کیا جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اکٹھے بیٹھ کر کھانا اور ایک دوسرے سے علمی گفتگو کرنا اور سماع میں سے کچھ امور ایسے ہیں جو اللہ کو پسندیدہ ہیں اور کچھ امور ایسے ہیں جن سے وہ نفرت کرتا ہے۔ کچھ امور ایسے ہوتے ہیں جو خیر پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کی کوکھ سے برائی جنم لیتی ہے۔ کچھ حق پر اور کچھ باطل پر مبنی ہوتے ہیں۔ کچھ اصلاح کا موجب ہوتے اور کچھ فساد کا منبع ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر ایک کا حکم اس کے حسب حال ہوتا ہے۔

قبروں کے پاس جا کر اللہ کے لیے نماز پڑھنا بدعت ہے۔

جواب ۴:۔ بعض لوگ کوشش کرتے ہیں کہ نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے لیے ایسی جگہ منتخب کی جائے جو کسی نبی کی قبر ہو یا کسی صحابی کی قبر ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے کسی کی قبر ہو یا اپنے جسم کو یا جسم کے کسی حصے کو قبر پر لگانے اور اس پر خوشبو وغیرہ لگانے کی خاطر بزرگوں اور صلحائے امت کی قبروں کو تلاش کرتے ہیں جیسے بعض لوگ جامع دمشق کے مشرقی جانب نماز پڑھنے اور دعا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مقام کے متعلق عوام الناس میں مشہور ہے کہ یہاں پر حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ حالانکہ علماء کی تحقیق یہ ہے کہ وہاں پر جو قبر ہے۔ وہ حضرت ہود علیہ السلام کی نہیں بلکہ معاویہ بن ابو سفیانؓ کی قبر ہے۔ اسی طرح وہ لکڑی جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے نیچے حضرت یحییٰ بن زکریا کا سر ہے اور دیگر ایسے مقامات دعا اور نماز کے لیے تلاش کرنا قطعاً جائز نہیں۔ ایسا کرنے والا سراسر شریعت کی خلاف ورزی کرتا ہے اور بدعت ایجاد کنندہ ہے کیونکہ سلف صالحین میں سے کسی امام یا کسی عالم دین کے نزدیک ان مقامات پر دعا کرنا اور نماز پڑھنا فضیلت یا ثواب کا باعث نہیں۔ وہ خود بھی نماز اور دعا کے لیے ایسے مقامات ہرگز تلاش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ایسے امور سے سختی سے منع کرتے تھے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسے اسباب اور دواعی سے روکا جو وہاں جانے کا باعث بنتے تھے خواہ ان کا ارادہ قبروں

پر دُعا کرنا یا ان کے ذریعے دُعا کرنے کا نہ ہو۔ اگر ان کا نصب العین ہی یہی ہو تو پھر بالاولیٰ ممانعت ہو گی۔

کن مقامات اور اوقات میں دعائیں اکثر مستجاب ہوتی ہیں۔

سوال ۵:۔ سائل کا یہ سوال کہ کیا کسی معین وقت میں یا کسی مخصوص مقام پر یا کسی نبی یا ولی کی قبر پر دعا خصوصیت سے جلد قبول ہوتی ہے۔

جواب:۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بعض اوقات اور احوال میں دعا سرعت سے قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہے۔ چنانچہ نصف رات کے وقت دُعا سب سے زیادہ مستجاب ہوتی ہے جیسے صحیحین میں مذکور ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ینزل ربنا کل لیلۃ الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخیر فیقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسألنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفر لہ [۱]

ہر رات جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا پروردگار سب سے نچلے آسمان پر نزول فرماتا وہ آواز کرتا ہے اور کہتا ہے، مجھے کوئی پکارنے والا ہے، میں اس کی دُعا قبول کروں، کوئی میرے در کا موالی ہے میں اس کا سوال پورا کروں اور کوئی معافی مانگنے والا ہے میں اسے معافی دوں۔

ایک روایت میں نصف اللیل کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

ایک اور حدیث میں یوں ذکر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اقرب ما یکون [۲]

رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے بہت قریب ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں نزول باراں کے وقت، میدانِ کارزار میں، اذان اور اقامت کے وقت، صلوٰۃ الفریضہ کے بعد اور سجدہ میں دُعا کثرت سے مستجاب ہوتی ہے۔ اسی طرح روزہ دار کی دُعا، مسافر کی دُعا، مظلوم کی دُعا اور ان جیسے دیگر اشخاص کی دُعا جلد مستجاب ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا تمام مقامات اور اوقات

۱۔ ترغیب جلد دوم ص ۴۸۹ بحوالہ بخاری و مسلم، ترمذی وغیرہ

۲۔ العبد من الرب فی جوف اللیل ترغیب جلد دوم ص ۴۸۹ بحوالہ ابوداؤد ترمذی،

کا ذکر صحاح اور سنن کی مشہور کتب میں مشہور ہے۔ مشاعر بھی قبولیت دعا میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ مسجدوں میں عموماً دُعا مستجاب ہوتی ہے۔ جس مسجد کو افضلیت حاصل ہوگی وہاں پر دُعا کرنا اور نماز پڑھنا بھی دیگر مقامات کی نسبت افضل ہوگا۔

اب رہا یہ سوال کہ کیا کسی نبی یا ولی کی قبر پر دُعا مستجاب ہوتی ہے تو ائمہ سلف نے ایسے ہرگز نہیں کیا اور نہ یہ کہا کہ اس مقام پر دُعا کرنا دیگر مقامات سے افضل ہے۔ یہ بات بعض اہل قبلہ کی ایجاد کردہ ہے۔ یہ نصاریٰ وغیرہ کی مشابہت میں ایسے کرتے ہیں تو درحقیقت یہ بات مشرکوں کے دین میں سے ہے۔ وہ قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کا یہ ہرگز دین نہیں۔ ائمہ میں سے کسی نے اسے مستحب قرار نہیں دیا۔ بلکہ بعض اہل قبلہ کی ایجاد ہے۔ یہ لوگ یہود و نصاریٰ کی مشابہت کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی۔

کسی نبی یا ولی کے واسطہ سے اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرنا یا بحرمت فلاں یا بحق فلاں کہہ کر دعا کرنا جائز نہیں۔

سوال ۶:۔ سائل کا یہ سوال کہ کیا دُعا میں کسی نبی یا رسول کے ذریعے اللہ کی بارگاہ میں سوال کرنا یا فریاد کرنا جائز ہے۔ یا کسی مقرب فرشتے کے واسطے سے یا اللہ کی کلام کے واسطہ سے یا خانہ کعبہ کی طفیل یا مشعر دُعا ضیا طاقاف کے ساتھ یا امّ داؤد کی دُعا کے ساتھ یا حضرت خضرؑ کے طفیل دُعا کرنا جائز ہے۔ کیا دُعا کرتے وقت قسم اُٹھا کر کہنا بحق فلاں بحرمتہ فلاں، بجاہ فلاں، یا بانترب الخلق میری دُعا قبول فرما۔ کیا دُعا کے وقت ان کے اعمال اور افعال کی قسم اٹھانا جائز ہے۔

شرعی دعائیں

جواب:۔ تو ان سوالات کے جوابات متعدد فصلوں میں ہیں۔

وہ دُعائیں جن کا ذکر حدیثوں میں ہے ان میں اللہ کے اسماء حسنیٰ اور صفات جمیلہ کے ساتھ اس سے سوال کیا گیا ہے اور اس کی کلام کے ذریعے استفادہ کیا گیا ہے۔ جیسے کتب سنن میں دُعائیں مذکور ہیں۔ مثلاً:

اللھم انی اسئلک بان لک الحمد۔ انت اللہ بدیع السموٰت والارض یا ذوالجلال والاکرام	الٰہی! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اس بات کے ساتھ تو ہر قسم کی تعریف کا حقدار ہے تو اللہ عزوجل ہے جو ارض و سماء کا پیدا کنندہ ہے اے بزرگی اور عزت والے اسے ہمیشہ زندہ

یا حی یا قیوم [1]

رہنے والے اور ہمیشہ قائم رہنے والے (یعنی زوال اور فنا کا اثر قبول نہ کرنے والے۔

نیز یہ دعا۔

اللھم انی اسئالك بانی اشھد انت اللہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احدا [2]

الٰہی میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں۔ اس بات کے ساتھ تو اللہ اکیلا ہے اور بے نیاز ہے (اپنی ساری مخلوقات سے)، تو وہ ذات ہے جس کی نہ اولاد ہے نہ ماں باپ ہیں اور جس کی برابری کرنے والا اور ہمسری کرنے والا کوئی نہیں (یعنی انبیاء اور اولیاء اور ملائکہ سبھی اس کے سامنے عاجز اور بے بس ہیں۔

نیز یہ دعا جو مسند میں مذکور ہے۔

اللھم انی اسئالك بكل اسم ھو لك سمیت بہ نفسك او انزلتہ فی کتابك او علمتہ احدا من خلقك او استاثرت بہ فی علم الغیب عندك [3]

الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر اس اسم کے ساتھ جو تو نے اپنے لیے تجویز کیا یا تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا۔ یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا۔ یا اپنے علم غیب میں اپنے لیے پسند کیا۔

اللہ کی مخلوق کی قسم کھانا منع ہے۔

وہ دعائیں جو عوام الناس مانگتے ہیں اور گھر کی حفاظت کے لیے رکھتے ہیں۔ جن میں یہ ذکر ہوتا ہے کہ میں اغنیاط قاف کے ساتھ سوال کرتا ہوں اور طور، عرش، کرسی، زمزم، مقام ابراہیم اور بلد الحرام وغیرہ کے ساتھ سوال کرتا ہوں نہ تو ایسی دعائیں سید المرسلین اور صحابہ کرام اور مسلمانوں کے ائمہ میں سے کسی سے منقول نہیں۔ بنا بریں، مذکورہ بالا اشیاء کا واسطہ دے کر یا قسم کھا کر سوال کرنا کسی مسلمان

---

[1] ترغیب جلد دوم صفحہ ۴۸۶ بحوالہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ
[2] ترغیب جلد دوم صفحہ ۴۸۵ بحوالہ ابوداؤد
[3] مشکوٰۃ جلد اوّل صفحہ ۲۱۶ بحوالہ رزین۔

کے لیے ہر گز جائز نہیں خواہ وہ کسی حالت میں بھی ہو۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت ۱؎ — جو شخص قسم کھانا چاہتا ہے تو اللہ کی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے (یعنی غیر اللہ کی قسم ہرگز نہ کھائے۔

نیز فرمایا۔

من حلف لغیر اللہ فقد اشرک ۲؎ — جس نے غیر کی قسم کھائی اس نے شرک کیا (خواہ وہ اللہ کا مقرب فرشتہ یا نبی کیوں نہ ہو

کسی کے لیے اللہ کی مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں۔

حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ — اللہ کے بندے کچھ ایسے بھی ہیں اگر وہ اللہ کی قسم کھائیں تو اللہ ان کو بری کر دیتا ہے۔

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا تھا جب کہ حضرت انس بن نضر رض نے سوال کیا کہ کیا ربیع کا دانت توڑا جائے گا؟

اسی طرح جب حضرت براء بن مالک رض نے کہا۔

اقسمت علیک ای رب الا فعلت کذا و کذا — اے میرے پروردگار میں تیری قسم کھا کر کہتا ہوں تو ایسے ایسے ہرگز نہ کرے۔

یہ دونوں حضرات وہ ہیں جن کو اللہ نے قسم میں بری کر دیا (یعنی ان کے کہنے کے مطابق ہوا) تو معلوم ہوا کہ اللہ کے بغیر کسی کی قسم کھانا جائز نہیں خواہ نبی ہو یا فرشتہ یا کوئی اور اللہ کی مقرب ہستی ہو۔

کس چیز کا وسیلہ پکڑنا اور کس چیز کے ساتھ اللہ سے سوال کرنا جائز ہے اور کس سے ناجائز ہے؟

اللہ کی بارگاہ میں انسان ان اسباب کے ساتھ سوال کرتا ہے جو اس کے مطلوب کے حصول میں ممد و معاون ہوتے ہیں۔ یہ اعمال صالحہ ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے ثواب کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور ایسے مومن بندوں کی دعائیں جن کو منظور کرنے کا اس نے وعدہ کیا ہوا ہے جیسے صحابہ کرام اللہ کی بارگاہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے تھے۔ جب آپ اس عالم رنگ و بو میں

قیام پذیر تھے۔ پھر جب آپ اس عالم فنا سے عالم ابدی کی طرف رحلت فرما گئے تو آپ کے چچا حضرت عباس رضؓ اور دیگر نیک لوگوں کا وسیلہ بناتے تھے۔ وہ یوں تھا کہ ان کی دعا اور سفارش کو وسیلہ بناتے تھے۔ جیسے صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت عباس رضؓ کے ذریعے بارش کی دعا کی۔ اور یوں کہا۔

اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا[1]

الٰہی ہم تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے تھے تو تو بارش برساتا تھا۔ اب وہ رحلت فرما گئے ہیں، اس لیے اب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے ذریعے بارش طلب کرتے ہیں۔ پس باران رحمت نازل فرما۔

چنانچہ بارش ہو جاتی تھی۔

تو صحابہ کرام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت عباس رضؓ کو وسیلہ بنایا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے تھے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما تھے۔ اب رہی یہ بات کہ وسیلہ کیا تھا؟ تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور سفارش تھی۔ اور رحلت فرمانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں امور سے قاصر تھے۔ اس لیے حضرت عباس رضؓ کا وسیلہ بنایا گیا۔

اسی قبیل سے وہ روایت ہے جو اہل سنن نے بیان کی ہے اور ترمذی نے اس کی صحت کا فیصلہ دیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ میری نگاہ بحال ہو جائے۔ آپ نے اسے حکم فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت پڑھ۔ اور یوں پھر دعا کر۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد

الٰہی! میں تیری بارگاہ میں سائل بنا اور حاضر ہوا ہوں اور تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمت کے نبی ہیں۔ ان کے ذریعے تیری طرف متوجہ ہوں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یارسول اللہ انی اتوجہ بك الی ربی فی حاجتی لیقضیها۔ اللهم فشفعه فی

اے اللہ کے رسول میں آپ کے واسطہ سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری فرمائے۔ الٰہی! میرے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول فرما۔

تو اس صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم فرمایا کہ وہ اللہ سے سوال کرے۔ کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش اس کے متعلق قبول فرمائے۔ وہ سفارش یہ تھی۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنی توجہ اللہ کی طرف کی۔ یہ تو ایسے ہے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی صحابی کے ذریعے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی جائے۔ تو اس توجہ اور توسل کا مطلب یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور سفارش کو توجہ اور توسل بنایا جائے

ضروری اطلاع

● بہت سے احباب کی مدت خریداری اس شمارے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ بطورِ اطلاع ان کے نام آنے والے پرچے پر "آپ کا چندہ ختم ہے" کی مہر لگا دی گئی ہے۔ اپنا پرچہ چیک کریں اور نوٹ فرمالیں کہ اس اطلاع کے بعد، پندرہ دن کے اندر اندر، آئندہ خریداری جاری رکھنے کی صورت میں سالانہ زرِ تعاون بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیں یا اگلے ماہ کا شمارہ) بذریعہ وی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں —— اور اگر خدانخواستہ آئندہ خریداری جاری نہ رکھنے کی صورت میں دفتر کو اطلاع دیں کہ وی پی پی روانہ نہ کیا جائے۔

یاد رکھیئے! وی۔پی۔پی واپس کرنا اخلاقی جرم ہے

● بعض اوقات تازہ پرچہ محفوظ رکھنے کی خاطر وی پی پیکٹ میں پرانا پرچہ ارسال کر دیا جاتا ہے، اور وی پی وصول ہونے کے فوراً بعد تازہ پرچہ عام ڈاک سے روانہ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے کسی بددیانتی پر محمول نہ کیا جائے۔ والسلام!

(مدیر)